ترجمۃ القرآن الکریم

مولانا محمد اکرم مدنی

قرآن کی حفاظت

﴿قولہ تعالی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون﴾ (سورۃ الحجر آیت:۹) ''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

قارئین کرام! قرآن کریم کے اعجاز کی کئی وجوہات علمائے تفاسیر نے ذکر کی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے کہ اس کتاب میں کبھی بھی تغیر وتبدل نہیں ہو سکے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالی نے اپنے اس وعدے کو پورا فرمایا۔ چودہ سو برس گزرنے کے باوجود آج تک اس میں کوئی دشمن اسلام رد وبدل اور تحریف نہیں کر سکا۔ ہر دور اور ہر زمانے میں لاکھوں مرد وعورتیں ایسے رہے ہیں جنہوں نے اللہ کی توفیق سے اپنے سینوں میں قرآن حکیم کو محفوظ کر لیا۔ جبکہ دیگر مذاہب کی آسمانی کتب آج اصلی شکل میں نہیں پائی جاتیں اور نہ ان کو سینوں میں کوئی محفوظ کرنے والا نظر آتا ہے۔

قرآن کی حفاظت کے متعلق ایک اہم واقعہ: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں سورۃ الرعد کی تفسیر میں مذکورہ آیت کے تحت ایک واقعہ نقل کیا ہے، جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ واقعہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین مامون کے دربار سے متعلق ہے۔ خلیفہ مامون کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس کے دربار میں علمی مسائل پر بحث ومباحثے اور مذاکرے ہوا کرتے تھے۔ جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی۔ ایسے ہی ایک مذاکرہ میں ایک یہودی بھی آ گیا جو صورت اور لباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا۔ پھر گفتگو کی تو وہ بھی فصیح وبلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی۔ جب مجلس ختم ہو گئی تو خلیفہ مامون نے اس کو بلا کر پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو......؟ اس نے اقرار کیا مامون نے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے اور اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑ نہیں سکتا۔ بات ختم ہو گئی، یہ شخص چلا گیا۔ پھر ایک سال کے بعد یہی مسلمان ہو کر آیا اور مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر اور عمدہ تحقیقات پیش کیں۔ مجلس ختم ہونے کے بعد مامون نے اس کو بلا کر کہا کہ تم وہی شخص ہو جو گذشتہ سال آئے تھے......؟ جواب دیا میں وہی ہوں۔ مامون نے پوچھا کہ اس وقت تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر اب مسلمان ہونے کا سبب کیا ہوا......؟ اس نے کہا میں یہاں سے لوٹا تو میں نے موجودہ مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا۔ میں ایک خطاط اور خوشنویس آدمی ہوں۔ کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اچھی قیمت سے فروخت ہو جاتی ہیں۔ میں نے امتحان کرنے کیلئے تورات کے تین نسخے کتابت کئے، جن میں بہت جگہ اپنی طرف سے کمی وبیشی کر دی اور یہ نسخے لے کر میں کنیسہ میں پہنچا۔ یہودیوں نے بڑی رغبت سے ان کو خرید لیا۔ پھر اس طرح انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کر کے نصاری کے عبادت خانہ میں لے گیا۔ وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر ومنزلت کے ساتھ یہ نسخے مجھ سے خرید لئے۔ پھر یہی کام میں نے قرآن کے ساتھ کیا۔ اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کئے۔ جن میں اپنی طرف سے کمی بیشی کی تھی۔ ان کو لے کر جب میں فروخت کرنے کیلئے نکلا تو جس کے پاس لے گیا اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں، جب کمی بیشی نظر آئی تو اس نے مجھے واپس کر دیا۔ اس واقعہ سے میں نے یہ سبق لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور اللہ تعالی ہی نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے۔ اس لئے مسلمان ہو گیا۔ قاضی یحییٰ بن اکثم اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ اتفاقا اسی سال مجھے حج کی توفیق ہوئی۔ وہاں سفیان بن عیینہ سے ملاقات ہوئی تو یہ واقعہ مذکورہ ان کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ بے شک ایسا ہی ہونا چاہئے کیونکہ اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے۔ یحییٰ بن اکثم نے پوچھا قرآن کی کونسی آیت میں......؟ تو فرمایا کہ قرآن عظیم نے جہاں تورات وانجیل کا ذکر کیا ہے اس میں فرمایا ﴿بما استحفظوا من کتاب اللہ﴾ یعنی یہود ونصاری کو کتاب اللہ تورات وانجیل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب یہود ونصاری نے فریضہ حفاظت ادا نہ کیا تو یہ کتابیں مسخ ومحرف ہو گئیں۔ بخلاف قرآن کریم کے اس کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا ﴿انا لہ لحافظون﴾ یعنی ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (تفسیر القرطبی ج ۱ تفسیر سورۃ الرعد ص ۶) اس لئے اس کی حفاظت حق تعالی نے خود فرمائی تو دشمنان اسلام کی ہزاروں کوششوں کے باوجود اس کے ایک نقطہ اور ایک زیر وزبر میں فرق نہ آ سکا۔

آج عہد رسالت کو بھی تقریبا چودہ سو سال ہو چکے ہیں۔ تمام دینی اور اسلامی امور میں مسلمانوں کی کوتاہی اور غفلت کے باوجود قرآن کریم کے حفظ کرنے کا سلسلہ تمام دنیا کے مشرق ومغرب میں اسی طرح قائم ہے۔ ہر زمانہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان جوان، بوڑھے لڑکے لڑکیاں ایسے موجود رہتے ہیں جن کے سینوں میں پورا قرآن محفوظ ہے۔ کسی بڑے سے بڑے عالم کی بھی مجال نہیں کہ ایک حرف غلط پڑھ دے۔ اسی وقت بہت سے بڑے اور بچے اس کی غلطی پکڑ لیں گے۔

ترجمۃ الحدیث

ہمدردی اور خیر خواہی کا مہینہ

﴿عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس وکان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل وکان جبریل یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللہ ﷺ حین یلقاہ جبریل اجود بالخیر من الریح المرسلۃ﴾ (متفق علیہ، صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، صحیح مسلم کتاب الفضائل)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب آپ کو حضرت جبریل رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملتے تھے اور آپ سے قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔ پس یقینا رسول اللہ ﷺ جب جبریل آپ سے ملتے بھلائی میں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

قارئین کرام! رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کو ﴿شھر المواساۃ﴾ یعنی ہمدردی اور خیر خواہی کا مہینہ قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان المبارک میں بہت زیادہ سخاوت اور فیاضی سے کام لیتے تھے تاکہ کوئی حاجت مند ماہ صیام میں محروم نہ رہے۔ صحابہ کرام میں بھی دیگر اعلی اوصاف کے علاوہ ہمدردی اور خیر خواہی اور ایثار وقربانی کا بہت زیادہ جذبہ تھا۔ جیسا کہ سورۃ الحشر میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے ﴿یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ﴾ (آیت:۹) یعنی انصار صحابہ اپنی ذات پر اپنے مہاجرین بھائیوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود کتنے ہی ضرورت مند کیوں نہ ہوں۔ جیسا کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ایک صحابی کا واقعہ بھی ذکر کیا ہے۔ جس سے ان کے ایثار اور ہمدردی وخیر خواہی کا ثبوت ملتا ہے۔ اختصار کی خاطر صرف ترجمہ پیش خدمت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں بھوک کی وجہ سے نڈھال ہوں۔ آپ نے اپنی بعض ازواج مطہرات کی طرف پیغام بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا اس نے بھی اس کی مثل جواب دیا۔ حتی کہ تمام ازواج مطہرات نے یہی جواب دیا کہ ہمارے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا آج کی رات اس مہمان کی کون مہمان نوازی کرے گا۔ تو ایک انصاری صحابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں۔ پس وہ اسے اپنے ساتھ گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس نے بیوی سے کہا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے (کھانے کی) اس نے کہا نہیں صرف میرے بچوں کی خوراک ہے۔ اس نے کہا ان بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلاؤ اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انہیں (کسی طرح سے) سلا دینا اور جب ہمارا مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ بجھا دینا اور اس پر ظاہر کرنا کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ کھانے کیلئے بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھایا اور دونوں نے بھوکے رات گذاری۔ صبح ہوئی اور وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا تم نے آج کی رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ تعالی اس پر بڑا خوش ہوا ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم، ریاض الصالحین باب الایثار والمواساۃ)

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے اندر ایثار وہمدردی اور خیر خواہی کا کس قدر جذبہ تھا۔ جس معاشرہ میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے وہاں لوٹ کھسوٹ کی بجائے ایک دوسرے کی ہمدردی اور ایثار سے وہ معاشرہ جنت نظیر بن جاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج ہمارا معاشرہ اس قدر خود غرض بن چکا ہے کہ رمضان شریف کی آمد پر دکاندار اور تاجر حضرات مصنوعی گرانی اور مہنگائی پیدا کر کے لوگوں کیلئے بہت زیادہ مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس ماہ مبارکہ کو ﴿شھر المواساۃ﴾ (ہمدردی کا مہینہ) قرار دیا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے بھائیوں سے ہمدردی کی خاطر مصنوعی مہنگائی پیدا کرنے کی بجائے رضا کارانہ طور پر قیمتوں میں کمی کر کے اللہ کی رضا حاصل کریں اور غریب عوام کی دعائیں بھی۔ یہ ماہ مبارک نیکیوں کا موسم بہار ہے۔ ہمیں اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ اور خیر خواہی کا حق ادا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالی ہمیں اس بابرکت مہینے میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین